WWW.NAFSEISLAM.COM

تعارف

سورۃ الانشراح

نام: اس سورۂ مبارکہ کا نام "الانشراح" ہے جو "الم نشرح" سے باب "انفعال" کا مصدر ہے۔ اس میں ایک رکوع، آٹھ آیتیں، ستائیس کلمے اور ایک سو تین حروف ہیں۔

نزول: اس کا نزول بھی مکہ مکرمہ میں سورۃ "والضحیٰ" کے مابعد ہوا۔

مضامین: نبوت کا بارِ امانت کوئی معمولی بوجھ نہ تھا، یہ وہ کوہِ گراں تھا جسے آسمانوں اور پہاڑوں نے بھی اٹھانے سے معذوری ظاہر کر دی تھی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوتِ توحید کا آغاز کیا تو مکہ کی ساری فضا سلگنے لگ گئی۔ لوگوں کے اطوار بدل گئے، ہر چہرہ پر نفرت، ہر آنکھ میں عناد کے شعلے ناچنے لگے۔ ان سراسر ناموافق حالات میں قلبِ نبوت کے لیے راحت و سکون کا اگر کوئی پیغام ہو سکتا تھا تو وہ اس کے کریم پروردگار کا ہی ارشاد ہو سکتا تھا۔ چنانچہ جبرائیل امین حاضر ہوئے اور یہ سورت اپنے ملکوتی اور نورانی ہونٹوں سے تلاوت کر کے سنائی۔ ہر آیت میں ایک عظیم احسان کا مژدہ۔ ہر آیت میں دلجوئی و بندہ نوازی اپنے جوبن پر ہے۔ جس سے اپنوں نے بھی آنکھیں پھیر لی تھیں، رشتے توڑ لیے تھے، جس کی شمعِ حیات کو بجھانے کے لیے تند آندھیاں امڈ رہی تھیں اس کو یہ بشارت دی جا رہی ہے کہ "وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ"۔ "اے حبیبِ پاک ہم نے آپ کے ذکر کو بلند فرما دیا ہے۔" عرب کے ریگزاروں میں ہی نہیں، دنیا کے شرق و غرب میں ہی نہیں بلکہ فرازِ عرش پر بھی تیرے ذکرِ پاک سے بہار کا سماں ہو گا۔ جہاں جہاں خالقِ کائنات کا ذکر ہو گا وہاں وہاں باعثِ تخلیقِ کائنات کے ذکر کے زمزمے بھی فضا میں گونج رہیں گے۔

بتا دیا کہ یہ کالی رات سحر آشنا ہونے ہی والی ہے۔ مصائب کی گھنگھور گھٹائیں تھوڑی دیر میں چھٹنے والی ہیں۔ وہ دن عنقریب طلوع ہونے والا ہے جب اہلِ نظر تیری راہ میں آنکھیں بچھائیں گے۔ اہلِ دل سو جان سے تیری خاکِ راہ پر تصدق ہوں گے۔ آپ کا کام یہ ہے کہ جوں ہی فریضۂ تبلیغ سے کچھ فراغت ملے تو یادِ الٰہی میں مشغول ہو جایا کریں۔ یہی زندگی کی منزلِ مراد ہے اور اسی منزلِ مراد سے زندگی کو رعنائیاں، دلفریبیاں نصیب ہوتی ہیں اور اسی کے فیض سے زندگی کا دامن سچی مسرتوں سے معمور ہو جاتا ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی جو نعت اور مدحت ان چند آیات میں فرمائی ہے۔ دنیا بھر کے نعت گو اس سے دریوزہ گری کرتے رہیں گے۔

سُوْرَةُ الْاِنْشِرَاحِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ ثَمَانِ اٰيَاتٍ

سورۃ الانشراح مکی ہے اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ اس میں آٹھ آیات ہیں

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ﴿۱﴾ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ﴿۲﴾ الَّذِيْٓ

کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہیں کر دیا [۱] اور ہم نے اتار دیا ہے آپ سے آپ کا بوجھ [۲] جس نے

[۱] علامہ راغب اصفہانی الشرح کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اصل الشرح: بسط اللحم ونحوه يقال شرحت اللحم وشرحته ومنه شرح الصدر اى بسطه بنور الهى وسكينة من جهة الله وروح منه۔ (المفردات) یعنی گوشت کاٹنے اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کو الشرح کہتے ہیں۔ اسی سے شرح صدر ماخوذ ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ نور الٰہی سے سینہ کا کشادہ ہو جانا، اللہ تعالیٰ کی جانب سے تسکین و طمانیت کا حاصل ہو جانا، اس کی طرف سے دل میں مسرت و راحت کا شعور پیدا ہو جانا۔

علامہ سید محمود آلوسی نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ الشرح اصل میں کشادگی اور فراخی کا مفہوم ادا کرتا ہے۔ کسی الجھی ہوئی اور مشکل بات کی توضیح کو بھی شرح کہتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ شرح کے لفظ کا استعمال دلی مسرت اور قلبی خوشی کے لیے بھی ہوتا ہے۔ آخر میں لکھتے ہیں: وقد يراد به تأييد النفس بقوة قدسية وانوار الهية بحيث تكون ميدانا لمواكب المعلومات وسماء لكواكب الملكات وعرشا لانواع التجليات وفرشا لسوائم الواردات فلا يشغله شان عن شان ويستوى لديه يكون وكان وما كان (روح المعانی)

یعنی شرح صدر کا یہ مفہوم بھی لیا جاتا ہے کہ نفس کو قوتِ قدسیہ اور انوارِ الٰہیہ سے اس طرح مؤید کر دیا جائے کہ وہ معلومات کے قافلوں کے لیے میدان بن جائے، ملکات کے ستاروں کے لیے آسمان بن جائے اور گوناگوں تجلیات کے لیے عرش بن جائے۔ جب کسی کی یہ کیفیت ہو جاتی ہے تو اس کو ایک حالت دوسری حالت سے مشغول نہیں کر سکتی۔ اس کے نزدیک مستقبل، حال اور ماضی سب یکساں ہو جاتے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں: والانسب بمقام الامتنان هنا ارادة هذا المعنى الاخير۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ اپنے احسان کا ذکر فرما رہا ہے اس لیے یہاں شرح صدر کا یہی آخری معنی زیادہ مناسب ہے۔

اس تحقیق کے بعد آیت کی تشریح بایں الفاظ فرماتے ہیں:

فالمعنى الم نفسح صدرك حتى حوى عالمى الغيب والشهادة وجمع بين ملكتى الاستفادة والافادة فما صدك الملابسة بالعلائق الجسمانية عن اقتباس انوار الملكات الروحانية وما عاقك التعلق بمصالح الخلق عن الاستغراق فى شئون الحق۔ (روح المعانی)

یعنی آیت کا معنی یہ ہے کہ کیا ہم نے آپ کے سینہ کو کشادہ نہیں کر دیا کہ غیب و شہادت کے دونوں جہان اس میں سما گئے ہیں۔ استفادہ اور افادہ کی دونوں ملکتیں جمع ہو گئی ہیں۔ علائقِ جسمانیہ کے ساتھ آپ کی وابستگی ملکاتِ روحانیہ کے انوار کے حصول میں رکاوٹ نہیں۔ خلق کی بہبودی کے ساتھ آپ کا تعلق معرفتِ الٰہی میں استغراق سے رکاوٹ نہیں۔

علامہ ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی طرح کی تفسیر بیان کی ہے۔

مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں:

"اس میں علوم و معارف کے سمندر اتار دیے اور لوازم نبوت اور فرائض رسالت برداشت کرنے کو بڑا وسیع حوصلہ دیا۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو علوم و معارف عطا فرمائے امام بوصیری نے قصیدہ بردہ میں یوں بیان کیا ہے۔

فَإِنَّ مِنْ جُودِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتَهَا ۔۔ وَمِنْ عُلُومِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

ترجمہ: یعنی دنیا اور آخرت، دونوں آپ کی جود و کرم کے مظہر ہیں اور لوح و قلم کا علم آپ کے علوم کا ایک حصہ ہے۔

علامہ علی قاری حنفی آخری مصرعہ کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

علمهما ان یکون سطرا من سطور علمه ونهرا من بحور علمه۔ کہ لوح و قلم کا علم آپ کے علم کے دفتر کی ایک سطر ہے اور آپ کے علم کے سمندروں کی ایک نہر ہے۔ (شرح قصیدہ بردہ، ملا علی قاری قلمی کتب خانہ گرسی افغاناں، ضلع اٹک)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ساری زندگی اس آیت کی آئینہ دار ہے۔ حضور نے جس بلند حوصلگی اور اولوالعزمی سے فرائض نبوت کو ادا کیا جس صبر اور شکر کے ساتھ اس راہ میں آنے والی مشکلات کو برداشت کیا، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے شرح صدر کے بغیر ممکن نہ تھا۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انسانی زندگی کے ہر پہلو کو اپنے علم کے نور سے منور کیا اس کو بھی شرح صدر کی برکت کے بغیر اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

اس آیت کے ضمن میں کئی مفسرین نے شق صدر کی روایات بھی ذکر کیں لیکن علامہ آلوسی لکھتے ہیں حمل الشرح في الآية على ذلك الشق ضعيف من المحققين کہ یہاں جو شرح صدر مذکور ہے اس سے شق صدر مراد لینا محققین کے نزدیک ضعیف ہے۔ البتہ شق صدر کا ثبوت احادیث نبوی سے ہوتا ہے۔

اس آیت میں غور کرنے سے کلیم اور حبیب کے درمیان فرق بھی نمایاں ہو جاتا ہے۔ دونوں کو شرح صدر بخشا گیا لیکن کلیم کو مانگنے پر اور حبیب کو بن مانگے۔ پھر دونوں کے شرح صدر میں بھی زمین و آسمان کا تفاوت ہے۔

۲-۳ یہ دو آیتیں غور طلب ہیں۔ پہلے مشکل الفاظ کی تشریح ملاحظہ فرمائیے:

الوزر: الحمل الثقيل۔ بارگراں۔ أنقض کی تشریح کرتے ہوئے علامہ ابن منظور لکھتے ہیں: أنقض: أثقل ظهره۔ ایسا بوجھ جو پیٹھ کو بوجھل کر دے۔

صاحب قاموس نے أنقض کا ایک اور معنی تحریر کیا ہے یعنی کسی چیز کا لاغر اور دبلا ہونا۔ قال ابن عرفة: اي اثقله حتى جعله نقضا اي مهزولا وهو الذي اتعبه السفر والحمل ونقض لحمه۔ (تاج العروس) یعنی اس بوجھ نے آپ کی پیٹھ کو دبلا اور لاغر کر دیا کیونکہ پیہم سفر اور متواتر کام کرنے سے گوشت دبلا ہو جاتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ترجمہ اس طرح کیا ہے "آں بار کہ گراں کردہ بود پشت ترا" یعنی وہ بوجھ جس نے آپ کی پشت کو بوجھل بنا دیا تھا۔ میں نے اسی کے مطابق ترجمہ کیا ہے۔ ویسے لغت عرب میں جب اونٹ کی پشت پر زیادہ بوجھ لادا جائے

أَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝۳ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝۴ فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ

بوجھل کر دیا تھا آپ کی پشت کو ۔ اور ہم نے بلند کر دیا ہے آپ کی خاطر آپ کے ذکر کو ۳ پس یقیناً ہر مشکل کے ساتھ

تو اس کی پسلیوں سے ایک قسم کی کڑ کڑ کی آواز نکلتی ہے اسے بھی اُنقض کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

وہ بھاری بوجھ کیا تھا ؟ جو پیٹھ کو گراں بار کر رہا تھا اور جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب سے اٹھا لیا۔ علمائے تفسیر نے متعدد اقوال لکھے ہیں۔ ان میں سے دو قول ہی پسندیدہ ہیں :

(۱) اپنی قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھ کر خاطر عاطر کو بہت تکلیف ہوتی تھی۔ ان کا بے جان بتوں کو پوجنا، فسق و فجور میں غرق رہنا، قمار بازی اور شراب نوشی میں اپنی صحت و دولت کو برباد کرنا، غریبوں پر ظلم ڈھانا، ان کے حقوق غصب کرنا، باہمی جنگ و جدال اور قتل و غارت، ان کی اخلاقی پستی، ان کی معاشی بدحالی اور ان کی سیاسی ابتری ان تمام چیزوں کو دیکھ کر حضور کو بہت دکھ ہوتا اور اس صورت حال کو یکسر بدل ڈالنے کے لیے دل ہر وقت مضطرب رہتا ــــــ اللہ تعالیٰ نے منصب نبوت پر فائز کیا اور قرآن کریم جیسا صحیفہ رشد و ہدایت عطا فرمایا۔ دین اسلام جیسا جامع اور مکمل نظام حیات مرحمت فرمایا جس سے یہ بوجھ اتر گیا۔ منزل کا تعین بھی ہو گیا اور اس منزل کی طرف لے جانے والا راستہ بھی نور نبوت سے روشن ہو گیا۔

(۲) یا اس بوجھ سے بار نبوت و رسالت مراد ہے۔ ایسے لوگ جو صدہا سال سے معبودان باطل کی پوجا پاٹ میں مشغول تھے، جن کی کئی پشتیں اخلاق آوارگی کی نذر ہو چکی تھیں، ظلم و ستم، لوٹ مار جن کے نزدیک فخر و مباہات کا باعث تھی، ان کو ان پستیوں سے نکال کر توحید، اخلاق حسنہ، نظم و ضبط کی بلندیوں پر لے جانا بڑا جان جوکھوں کا کام تھا۔ اس راستہ میں مشکلات کے فلک بوس پہاڑ سینہ تانے کھڑے تھے اور ناکامیوں کی عمیق غاریں منہ کھولے ہوئے نگل جانے کے لیے بے تاب تھیں۔ اس فرض کی ادائیگی کا احساس دل کو ہر وقت بے چین رکھتا، ان کا تعصب و عناد باطل سے چمٹے رہنے پر ان کا احتقانہ اصرار اس بے چینی میں مزید اضافہ کر دیا کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے شرح صدر کی دولت سے مالا مال فرما کر اس بوجھ کو ہلکا کر دیا، طبیعت میں قلق و اضطراب کی جگہ صبر و عزیمت نے لے لی۔ اپنی قوم کی بے اعتنائی اور دل آزاریوں پر دل گرفتہ ہونے کے بجائے ہمت و حوصلہ پیدا ہو گیا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تشریح اپنے مخصوص انداز میں فرمائی ہے اور خوب فرمائی ہے :

"آپ کی ہمت عالی اور پیدائشی استعداد جن کمالات و مقامات پر پہنچنے کا تقاضا کرتی تھی قلب مبارک کو جسمانی ترکیب یا نفسانی تشویشات کی وجہ سے ان پر فائز ہونا دشوار معلوم ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جب سینہ کھول دیا اور حوصلہ کشادہ کر دیا، وہ دشواریاں جاتی رہیں اور سب بوجھ ہلکا ہو گیا"۔

۳ ؎ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اتانی جبرئیل علیہ السلام وقال ان ربک یقول اتدری کیف رفعت ذکرک قلت اللہ تعالیٰ اعلم قال اذا ذکرت ذکرت معی۔

یعنی حضرت جبرئیل میرے پاس آئے اور کہا کہ آپ کا رب کریم پوچھتا ہے کہ آپ جانتے ہیں کہ میں نے آپ کے ذکر کو کس طرح بلند کیا؟ میں نے جواب دیا اس حقیقت کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کے رفع ذکر کی کیفیت یہ ہے کہ جہاں میرا ذکر کیا جائے گا وہاں آپ کا بھی میرے ساتھ ذکر کیا جائے گا۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں: وأي رفع مثل أن قرن اسمه عليه الصلاة والسلام باسمه عز وجل في كلمتي الشهادة وجعل طاعته طاعته وصلى عليه في ملائكته وأمر المؤمنين بالصلاة عليه وخاطبه بالألقاب كيأيها المدثر، يأيها المزمل، يأيها النبي، يأيها الرسول، وذكره سبحانه في كتب الأولين وأخذ على الأنبياء عليهم السلام وأممهم أن يؤمنوا به صلى الله تعالى عليه وسلم.

ترجمہ: اور اس سے بڑھ کر رفع ذکر کیا ہو سکتا ہے کہ کلمہ شہادت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ اپنے محبوب کا نام ملایا۔ حضور کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا۔ ملائکہ کے ساتھ آپ پر درود بھیجا اور مومنوں کو درود و پاک پڑھنے کا حکم دیا اور جب بھی خطاب کیا معزز القاب سے مخاطب فرمایا جیسے یایہا المدثر، یایہا المزمل۔ پہلے آسمانی صحیفوں میں بھی آپ کا ذکر خیر فرمایا۔ تمام انبیاء اور ان کی امتوں سے وعدہ لیا کہ وہ آپ پر ایمان لے آئیں۔ آج دنیا کا کوئی آباد ملک ایسا نہیں جہاں روز و شب میں پانچ بار حضور کی رسالت کا اعلان نہ ہو رہا ہو۔

حضور کے سوانح پر اپنوں اور بیگانوں نے جتنی کتابیں لکھی ہیں دنیا کے کسی نبی، مصلح، فاتح اور سلطان کے بارے میں نہیں لکھی گئیں۔ بے شمار اعلیٰ پایہ کے لوگوں نے حضور کریم کے ذکر پاک کو بلند کرنے کے لیے جس طرح اپنی زندگیاں، اپنی علمی قوتیں، روحانی طاقتیں، اپنا مال اور اپنے وسائل وقف کیے ہیں کسی دوسرے کے بارے میں اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ آپ کے عشاق نے نثر و نظم میں انسانیت کو جو پاکیزہ ادب عطا فرمایا ہے اس کی نظیر بھی نہیں ملتی۔ الادفیت کے اس دور میں بھی آپ کے دین کی تبلیغ اور آپ کی سنت کے احیاء کی کوششیں بڑے خلوص سے کی جا رہی ہیں۔ آپ کا نام پاک لے کر، آپ کا ذکر خیر کر کے اور آپ کے محاسن سن کر کروڑوں دلوں کو جو سرور و فرحت نصیب ہوتی ہے اس کا جواب نہیں۔ اپنے تو رہے ایک طرف، بیگانوں اور متعصب مخالفوں کو بھی بارگاہ رسالت میں خراج عقیدت پیش کرنے کے بغیر چارہ نہ رہا۔

اگر آپ ان حالات کو پیش نظر رکھیں جن حالات میں یہ آیت نازل ہوئی اور پھر اس آیت کو پڑھیں تو اس کے پڑھنے کا لطف دوچند ہو جائے گا۔ ساری دنیا مخالف ہے۔ مکہ کے نامور سردار اور عوام چراغ مصطفوی کو بجھانے کے درپے ہیں۔ جس گلی سے گزرتے ہیں وہاں غلاظت کے ڈھیر لگا دیے جاتے ہیں اور کانٹے بچھا دیے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور میں سجدہ ریز ہوتے ہیں تو مرے ہوئے اونٹ کا اوجھ اٹھا کر گردن مبارک پر لاد دیا جاتا ہے۔ ان حالات میں یہ آیت نازل ہوئی۔ کون یہ تصور کر سکتا تھا کہ ان کا ذکر پاک دنیا کے گوشہ گوشہ میں بلند ہو گا، ان کے دین کی روشنی سے مہذب دنیا کا بہت بڑا علاقہ منور ہو گا اور کروڑوں انسان ان کے نام پر جان دینے کو اپنے لیے باعث سعادت تصور کریں گے۔ لیکن جو وعدہ مولا کریم نے اپنے برگزیدہ بندے اور محبوب رسول کے ساتھ کیا وہ پورا ہو کر رہا اور قیامت تک ذکر محمدی کا آفتاب ضوفشانیاں کرتا رہے گا۔ اعلیٰ حضرت بریلوی نے کیا خوب فرمایا ہے۔

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

يُسْرًا ۝۵ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝۶ فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝۷ وَ

آسانی ہے۔ بے شک ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے ۶ پس جب آپ (فرائض نبوت سے) فارغ ہوں تو (حسب معمول) ریاضت میں لگ جائیں ۷

۶ کفار مسلمانوں کو طعنہ دیا کرتے تھے کہ تم نادار اور مفلس ہو، تم کمزور اور ناتواں ہو، ہم تمہیں پیس کر رکھ دیں گے ہم تمہارا نام و نشان تک مٹا دیں گے، جو شخص اسلام کو قبول کرتا اس کو ہر قسم کے ظلم و ستم کا نشانہ بنایا جاتا، ورنہ جب وہ فریاد کرتا تو اس کی فریاد سننے والا بھی کوئی نہ ہوتا بلکہ اشاوہ سنگدل اس کو تڑپتا ہوا دیکھ کر تالیاں بجاتے اور خوشی کے نعرے بلند کرتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے حبیب! ان دشواریوں اور تکلیفوں سے پریشان ہونے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ ہمارا یہ قانون ہے کہ ہر تکلیف کے بعد راحت ہوتی ہے، ہر دشواری کے بعد آسانی ہوتی ہے۔ یہ تکالیف جن سے آپ کے ماننے والے دوچار ہو رہے ہیں، یہ عسرت و تنگدستی جس کے باعث بیگانے زبان طعن دراز کیا کرتے ہیں، ختم ہو جائے گی اور عزت و اقبال، خوش حالی اور فارغ البالی کا ایک درخشاں دور شروع ہوگا۔

۷ یعنی جب تم ایک عبادت سے فارغ ہو جاؤ تو اس عبادت کی توفیق پر شکر ادا کرنے کے لیے دوسری ریاضت اور عبادت شروع کر دو۔ اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں اپنے رسول کریم پر فرمائی تھیں ان کا شمار کیا گیا اور جن نعمتوں سے مستقبل میں سرفراز کرنا تھا ان کا وعدہ کیا گیا اور اس کے بعد حکم دیا گیا کہ ان نعمتوں پر شکر ادا کرو اور اس کی صورت یہ ہے کہ اس کی عبادت میں مشغول رہا کرو۔

علامہ ابن جریر طبری نے حضرت ابن عباس سے اس کا یہ مفہوم نقل کیا ہے عن ابن عباس انه قال ای اذا فرغت من الصلوٰة فانصب في الدعاء۔ یعنی جب آپ نماز ادا کرنے سے فارغ ہو جائیں تو بڑے خشوع و خضوع کے ساتھ دعا مانگنا شروع کر دیں۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ بندۂ مومن کے لیے مناسب یہی ہے کہ اس کے سارے اوقات یاد و عبادت الٰہی میں مستغرق رہیں یا دنیا کے ضروری کاروبار سے جونہی فرصت ملے خداوند کریم کے ذکر میں مشغول ہو جائے۔ بندۂ مومن کا بیکار بیٹھا رہنا یا فضول مشاغل میں کھوئے رہنا بڑی بے عقلی اور نادانی ہے۔ یہاں انہوں نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک پر از حکمت ارشاد نقل کیا ہے۔ اسے پیش خدمت کرتا ہوں اور توقع رکھتا ہوں کہ آپ اسے خوبصورت لکھ کر ایسی جگہ آویزاں کریں گے جہاں اکثر آپ کی نظر پڑتی ہے:

إِنِّي لَأَكْرَهُ أَنْ أَرَى أَحَدَكُمْ فَارِغًا سَبَهْلَلًا لَا فِي عَمَلِ دُنْيَاهُ وَلَا فِي عَمَلِ آخِرَتِهِ (روح المعانی)

یعنی میں اس بات کو سخت ناپسند کرتا ہوں کہ میں تم میں کسی کو نکما بیٹھے ہوئے دیکھوں، نہ تم دنیا کا کوئی کام کر رہے ہو اور نہ تم اپنی آخرت کو سنوار رہے ہو۔

آپ نے فارغ کے ساتھ سبہللا کا لفظ بھی استعمال فرمایا ہے اور خود ہی اس کی تشریح بھی فرما دی ہے۔ بیکار نکما جسے نہ دنیا کی فکر نہ عاقبت کا اندیشہ۔ ہاتھ پر ہاتھ دھرے صبح سے شام تک وقت ضائع کرتا رہتا ہے۔ یہی فاروقی تربیت تھی جس کی برکت سے ملت مسلمہ نے چند سالوں میں مشرقی اور مغربی عالمی طاقتوں پر فتح حاصل کی تھی اور اپنی عظمت کے پرچم گاڑ دیے تھے۔ جس بے دردی سے آج ہم اپنا قیمتی وقت برباد کرتے ہیں، جس سنگدلی سے ہم اپنے شخصی اور ملی فرائض کی ادائیگی میں کاہلی اور بے اعتنائی کا مظاہرہ کرتے ہیں انہیں دیکھ کر خون کے آنسو ٹپکنے لگتے ہیں۔

اِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ﴿۸﴾ ع ۱۹

اور اپنے رب کی طرف راغب ہو جائیں ستہ

ہمارے نوجوان جن کے دلوں میں اپنی ملت کا درد ہے، جو اپنی قوم کے مستقبل کو درخشاں دیکھنا چاہتے ہیں جو موجودہ پستی اور انحطاط پر شکوہ سنج نظر آتے ہیں کاش! وہ حضرت فاروق اعظمؓ کے اس ارشاد کو بلکہ اپنے رب کریم کے اس فرمان واجب الاذعان کو اپنی زندگی کا شعار (MOTTO) بنالیں۔ جب بھی ایک فرض کی ادائیگی سے فارغ ہوں، دوسرا فرض ادا کرنے کے لیے کمر ہمت باندھ لیں۔

فانصب کا لفظ بھی توجہ طلب ہے۔ نصب ایسا کام کرنا جس کے کرنے سے تھکاوٹ ہو جائے اور یہ ظاہر ہے کہ معمولی نوعیت کے کاموں سے تو تھکاوٹ پیدا نہیں ہوتی۔ وہ کام جو اولوالعزمی سے کیے جاتے ہیں، وہ مہمیں جو بڑی محنت اور ریاضت سے سر کی جاتی ہیں، وہ فرائض جن کی انجام دہی کے لیے دیدہ ریزیوں، جگر پاشیوں اور شب بیداریوں کی ضرورت پڑتی ہے ایسے کاموں کے کرنے کی ہی تلقین کی جارہی ہے۔ اہل حق تو مشکل پسند ہوا کرتے ہیں۔ سہل اور آسان کاموں میں تو ان کا جی ہی نہیں لگتا، بلکہ اللہ تعالیٰ گوارا نہیں کرتا کہ آسان کاموں کے کرنے میں وہ اپنی عمر صرف کریں۔ ایسے کاموں کے لیے اور بہت سی قومیں ہیں۔ ان کے لیے تو کٹھن اور دشوار کام ہیں۔

جنگ بدر کے بارے میں فرمایا کہ تم تو چاہتے تھے کہ تجارتی قافلہ پر حملہ بول دو جن کے پاس مزاحمت کے آلات نہیں لیکن ہم نے چاہا کہ تمہاری طاقتوں کو باطل کی ایک بڑی قوت سے ٹکرا دیں تاکہ حق کا بول بالا ہو اور باطل کو رسوائی اور ذلت نصیب ہو۔

ارشاد باری ہے وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ۔ (الانفال: ۷)

ستہ اے حبیب! آپ اپنے رب کی طرف ہی راغب رہا کریں۔ اسی کی وہ ذات ہے جو تیرا رب ہے، جس نے اس منصب عالی اور مقام بلند پر فائز ہونے کے لیے آپ کی تربیت فرمائی ہے۔ اگرچہ وہ سارے جہانوں کا رب ہے لیکن اس کی شان ربوبیت کا جو خصوصی تعلق تیرے ساتھ ہے وہ کسی کے ساتھ بھی نہیں۔ تو اس کا، وہ تیرا۔ کسی غیر کی یہاں کیا گنجائش۔

○

اللّٰهم انت ربنا ورب حبيبنا المصطفى عليه اطيب التحية واجل الثناء وفقنا ان نقتفى آثاره النيرة السنيه ونؤدى ما اوجبت علينا لرفع كلمتك ورفع ذكر نبيك احسن الاداء۔ انت الموفق وبيدك ازمة التوفيق اياك نعبد واياك نستعين۔

○